اس سے پہلے جب کوئی اہم مرحلہ ملک وملت کو پیش آیا ہے تو اس میں جماعت اسلامی نے شہادتِ حق کا یہی فرض ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جماعت کے اوائلی دور میں جب وطنی قومیت کی تحریک مسلمانوں کو نگل لینے کے لئے سرگرمِ عمل تھی اور خود مسلمانوں کے بہت سے لیڈر اور کارکن اپنی خدمات اس تحریک کے لئے وقف کیے ہوئے تھے تو اس نازک لمحے میں جماعتِ اسلامی نے ملت کے سینے میں اس فریضۂ اقامتِ دین کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی جو طبعی طور پر ملت سے اپنے جداگانہ وجود کو برقرار رکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔ پھر جب وطنی تحریک کے گرداب سے ملت کا سفینہ نکل آیا اور مسلمان جداگانہ طور پر تحریک پاکستان کے لئے منظم ہو کر سرگرمِ عمل ہونے لگے تو جماعت اسلامی نے ان کو مسلسل یہ دعوت دی کہ وہ اپنی تحریک کو خالص اسلامی طرز پر نشوونما دیں۔ اور صرف دعوت ہی نہ دی بلکہ اسلامی نظمِ جماعت، اسلامی طریقِ کار، اسلامی شورائیت اور اسلامی معیارِ قیادت کا عملی مظاہرہ بھی کیا۔ اس کوشش کے نتیجے میں اگرچہ تحریک پاکستان کا رُخ نہ بدل سکا اور اس کا اثر صرف بعض مخلص اور اسلام پسند افراد ہی تک محدود رہا، لیکن جماعت کی دعوت اور اس کا مظاہرہ اس لحاظ سے پوری طرح کامیاب رہا کہ اس کے حق ہونے کو تسلیم کرتے ہوئے لوگوں نے "اگر مگر" کے دروازوں سے فرار کرنے کی کوشش کی۔ کہنے والوں نے صرف یہ کہا کہ جماعت اسلامی بات تو ٹھیک کہتی ہے لیکن اس طریقِ کار میں دیر لگے گی، لہٰذا پہلے پاکستان بن جائے، پھر اسلام کے تقاضے پورے ہوتے رہیں گے۔

پھر جب نواکھالی، شمالی پنجاب اور صوبہ بہار میں فسادات کا طوفان اٹھا تو جماعت اسلامی اسلام کی طرف سے احترامِ انسانیت، قیامِ امن، اعانتِ مظلوم، مدافعتِ ظلم اور بحالیٔ اخلاق کے پیغام لے کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے کارکنوں نے جہاں ایک طرف بساط بھر مسلمانوں کو منظم کرنے، ان کے حوصلے (MORALE) کو بحال کرنے اور ان کو مختلف طریقوں سے امداد بہم پہنچانے کی کوشش کی وہاں دوسری طرف مسلمانوں کو بھی اور غیر مسلموں کو بھی باہمی قتل ومقاتلہ، بچوں اور بوڑھوں پر دراز دستی اور عورتوں پر زیادتی کرنے سے باز رکھنے کے لئے ان کے شریفانہ جذبات سے اپیل بھی کی۔

پھر اسی طرح جب صوبۂ سرحد کے باشندوں سے پاکستان اور انڈین یونین میں سے کسی ایک کے ساتھ وابستہ ہونے کے بارے میں استصواب کیا گیا تو جماعت اسلامی کے کارکنوں نے اپنی آرا پاکستان کے حق میں دیں اور دوسروں کو بھی یہی رہنمائی دی۔